Lesson 1: Ibrahim (Ayaat 1- 17): Day 3 — سُوۡرَةُ إبراهيم کی تفسیر

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ۬ؕ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ؕ لَا یَعۡلَمُہُمۡ اِلَّا اللّٰہُ ؕ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرَدُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاہِہِمۡ وَ قَالُوۡۤا اِنَّا کَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِہٖ وَ اِنَّا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَیۡہِ مُرِیۡبٍ ﴿۹﴾

بھلا تم کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم۔ اور جو ان کے بعد تھے۔ جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں (جب) ان کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھ دیئے (کہ خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تو تمہاری رسالت کو تسلیم نہیں کرتے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے قوی شک میں ہیں۔

اللہ کے نبیؐ کے اُوپر حالات بڑے تنگ تھے جن دِنوں میں یہ سورتیں نازل ہو رہی تھیں۔ آپ شائد اس دَرد کو محسوس کر رہے ہیں کہ نہیں لیکن جب سے سورۃ یوسف اور اُس کے بیچ کی سورتیں شُروع ہوئی ہیں، ایک عجیب سی دِل میں تکلیف اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُحبت بڑھتی جاتی ہے۔ مکہ کے حالات بہت تنگ تھے اور ایسے لوگ قَسم کھائے ہوئے تھے کہ اِس دعوت کو قبول نہیں کرنا۔ ایسے وقتوں میں پھر اِس چیز کی ضرورت ہوتی ہے کہ تسلیاں ملیں۔ آج میں اور آپ کسی بھی غم میں ہوں تو کون تسلی دیتا ہے؟ ماں زندہ ہو گی تو ماں دیگی شُوہر، باپ، بچے، دُوست، ساتھی۔ سوچیں کہ جب بھی کوئی دُکھی وقت میں کوئی تسلی دیتا ہے اور تسلی دینے والے کے اپنے ہاتھ میں کیا ہے چند باتیں کرنے کے علاوہ اور ہمیں کیا دے سکتا ہے، نہیں دے سکتا۔

جو لوگ اللہ کے راستے میں ستائے جاتے ہیں اُن کو تسلیاں بھی اللہ کی طرف سے آتی ہیں کبھی آپ کے بچے کو چوٹ لگی ہے جب چوٹ لگے تو پتا ہے کیا کرنا چاہیے؟ کہ بچے کو بہلائیں، کوئی کہانی سُنائیں، اس کو ایسی باتوں میں ڈال دیں کہ اُسکو اپنے دَرد کا احساس بھول جائے۔

یہاں بھی اصل میں ہم یہ پڑھ رہے ہیں کہ اللہ کے نبی ؐ کا دِل دُکھا ہوا تھا-لوگ اپنے وقت اور معاشرے کے رسم ورواج سے اِدھر اُدھر ہونے کو ذرابرابر بھی نہیں تیار تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اے نبی آپؐ کو خبریں نہیں پہنچیں۔ یعنی بالکل اللہ کے نبی کے ساتھ ساتھ جمع کے صیغے میں صحابہ کو بھی کہا جارہا ہے ہمیں پتہ ہے جو لوگ آپ کو ستاتے ہیں اور ہمیں پتہ ہے لوگوں کو آپ کی یہ چیزیں اچھی نہیں لگتیں یادرکھیں یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا۔ آپ سے پہلے لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا اور کون کون سی پہلے قومیں آئیں لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ یہ جُملہ ہمیں کیا بتاتا ہے؟

کہ نبی ﷺ سے پہلے کتنی قومیں گُزری ہیں۔ ان کی صحیح تعداد، نام، اللہ کے سوا کسی کو نہیں پتا۔ لوگوں نے قوموں کے ساتھ کیا کیا۔ آپ ان باتوں کو پڑھتے ہوئے سوچیں کہ آج کے دَور میں اگر کوئی نبی آجاتا، ہمارے نبیؐ آخری نبیؐ ہیں۔ ہم سب کو اِس پر ایمان ہے۔ کوئی اگر یہ کہتا ہے کے مُحمّد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی یا رسول آیا تو اُس کا تو اِسلام ہی ختم ہو گیا۔ اُس نے دین کی آدھی بنیاد ہی ختم کر دی۔ ہو گا تو نہیں، لیکن تصور کر کے سوچ لیجئے کہ اگر آج کے دور میں کوئی نبی آجائے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ لوگ اُن کے ساتھ کیا کریں گے۔ شائد آپ سوچیں گے کہ لوگ اُن کو دیکھیں گے ، پھر روئیں گے پھر لوگ پکڑیں گے۔ پھر لوگ اُنکو دیکھ کر کہیں گے اب ہمارا ساتھ نہ چھوڑیئے گا ۔ واللہِ باقی نبیوں کو تو چھوڑ دیجیے، آج اگر محمد ﷺ بھی آجائیں، جو ہمارے دلوں میں بستے ہیں، جن

سے مُحبت ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے، جن کی مُحبت سے ہمیں اللہ کی مُحبت ملتی ہے، تو لوگ وہی کریں گے جو آج لوگ اللہ کے دین کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جو آج اللہ کے نبیؐ کی حدیث کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جو آج اللہ کے نبی کی سُنّتوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جو لوگ آج اللہ کی طرف بلانے والوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔

تو چہروں سے کُچھ نہیں ہوتا اصل یہ کہ جب دل میں دُنیا کی مُحبت ہوتی ہے تو دین والا ہر رنگ سے بُرا لگتا ہے۔ اب ذرا عمل دیکھیئے۔

قرآن نے اُن کے ایکشنز کا ذکر کیا ہے۔ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اُن کے پاس اُن کے رسول آئے تھے واضع نشانیاں لیکر۔ یعنی ہر رسول کوئی نہ کوئی بَيِّنٰت لیکر آیا۔ دلیل تھی، بغیر دلیل کے رسولوں نے بات نہیں کی۔ اور یہی بات آج بھی ہے کہ دین کی بات کرتے وقت بھی دلیل ہونی چاہیے۔ رسول ہمیشہ حق کی دلیل لیکر آتے ہیں۔ رسول دُنیا سے بے رغبتی کی دلیل لیکر آتے ہیں۔ لیکن قوموں نے اپنے رسولوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ اُنگلیاں اپنے مونہوں میں ٹھونس لیں اور ساتھ ہی جو جُملہ منہ پہ آیا تھا وہ کیا تھا، وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ ہم اُس کا انکار کرتے ہیں جو تم لیکر آئے۔ ہم اپنی زندگیوں کے اس اسٹائل سے بہت خوش ہیں۔ یہ مُشکل لگا۔

دوسری بات وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ اور تم ہمیں جس چیز کی دعوت دے رہے ہو اس کے بارے میں ہم سخت اُلجھن میں ڈال دینے والے شک میں مبتلا ہیں۔ یہ ملا تھانبیوں کو اپنے اپنے دَور میں دین کی دعوت کا رِسپونس۔ اس کے برعکس آپ سوچیں کہ کوئی تقریب ہو، کسی شہر میں کوئی گلوکار، کوئی اداکار آجائے، تو خبریں تو آپ بھی سنتے ہی ہیں۔ کہ کیا حال ہوتا ہے۔

اسکے برعکس نبیوں کی دعوت چونکہ لوگوں کو یہ دُنیا کی رونق میلوں سے دور کرنے والی دعوت ہوتی ہے ،تولوگ اس کے جواب میں یہ رِسپونس دیتے ہیں۔ تمام رسولوں کو ایک جماعت بنا کر اکھٹے ان کا ذکر کیا جارہا ہے۔ کیونکہ سب رسولوں کی دعوت ایک ہی تھی اور دعوت کے جواب میں قوموں کا رِسپونس اور اُن کا ردِّ عمل ایک جیسا تھا۔ سب نے پہلے اپنے رسولوں کی دعوت کو ردّ کیا۔ تو کہنے لگے کہ ہم نہیں سنیں گے تھوڑی سی بات کرتے ہیں۔فَرَدُّوٓا اَيۡدِيَهُمۡ فِىۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ اس سے کیا مراد ہے؟

اس کا جُملہ سمجھنے والا ہے اس کا ایک مفہوم تو کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنی اُنگلیوں سے کانوں کو بند کر لیا کہ ،'رُدّ'نہ سناؤ ہم نہیں سُنیں گے یہ فَرَدُّوٓا اَيۡدِيَهُمۡ کی ایک تفسیر ہے۔ لوگوں نے جب نبیوں کی زُبان سے اتنی خوبصورت بات سُنی تو کہا کہ نُو، نُو۔ دوسری تفسیر، کہ جب نبیوں کی بات ہوئی تو اُنہوں نے نبیوں کو چُپ کروادیا کہ بولو نہیں، بات نہ کرو۔ تیسری تفسیر اس کی یہ آتی ہے کہ جب نبیوں نے دین کی دعوت دی تو اُنہوں نے اپنے منہ پر حیرت اور مذاق اُڑانے کے انداز پر اُنگلیاں رکھ لیں۔ جیسے کوئی اپنی ہنسی چُھپاتا ہے تو ہنستے ہنستے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھتا ہے۔ مُفسّرین کہتے ہیں کہ وہ مذاق اُڑاتے ہیں کہ اتنی عجیب بات کہہ رہے ہو، ایک بن جاؤ، آخرت آئے گی، مرنے کے بعد جئیں گے۔ یعنی اُنہوں نے اپنی ہنسی ضبط کرنے کے لیے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھ لیے۔ اسی طرح چوتھی تفسیر، اپنے نہیں، نبیوں کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیے کہ خبردار اگر تُم بولے تو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ غصے کے ساتھ چہرے پر ناگواری کے تاثرات دیتے ہوئے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔

یہ بالکل وہ ہی بات ہے جو سورت آلِ عمران کی آیت 119 میں منافقین کے بارے میں کہی گئی۔ عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ کہ یہ آپ کے اُوپر غُصے سے اپنی اُنگلیاں چبّتے ہیں۔ ان کو غصہ آتا ہے

اسلام کی ترقی دیکھ کر۔ اِن کو لگتا ہے کہ یہ رنگ میں بھنگ ڈالنے آ گئے ہیں۔ اب ان میں سے کوئی بھی معنی لے لیجیئے لیکن سب کے اندر ایک ہی بات ہے کہ "ہم آپکو نہیں سُنیں گے" بعض کہتے ہیں اُنہوں نے لوگوں کو کہا کہ خبردار اِن کی بات نہ سُنو۔ اور مُرِيبٍ، دوسری بات کی کہ ہمیں تو تُمہاری باتوں پہ شک ہی بہت ہے۔ یہ وہ ہی لفظ ہے جو ہم سُورت بقرہ کے شُروع میں پڑھتے ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ تو، لاریب وہ شک جو سخت خُلق اور اضطراب میں مُبتلا کر دے۔ لیکن ایک ایسا شک ہوتا ہے کہ جس کے بعد انسان کے دِل میں کئی قِسم کے مُختلف خیالات اُبھرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے۔ اُنہوں نے نبیوں کو چُپ کرانے کے طور پر، حیرت کی وجہ سے، غُصے کی وجہ سے، اپنی ہنسی روکتے ہوئے اپنے مُنہ پر تعجب کے طور پر ہاتھ مارے۔

کیا آج بھی لوگ حق کی بات پر یہ کرتے ہیں، لیکن آپ اپنی قوموں کے ساتھ نبیوں کی مُحبت دیکھیں۔ اُنہوں نے اِن ساری باتوں کے باوجود کام کرنا نہیں چھوڑا۔ اُن کا حال کیا تھا کہ تُم نہیں سُنتے، ہم سُنائیں گے۔ اِنشاءاللہ ہم سُورۃ نوح میں حضرت نوحؑ کے سارے جُملے خود پڑھیں گے۔

اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ اللہ میں نے اِن کو صُبح کو بھی پُکارا رات کو بھی پُکارا، کبھی اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پُکار کے، کبھی خاموشی سے۔ تو نبی چونکہ کسی نفسیاتی اُلجھن کا شِکار نہیں ہوتے اس لیے انہوں نے اتنے بُرے جواب سُن کے کام کرنا نہیں چھوڑا۔ آپ دیکھیں کہ بظاہر ہم نیکی کا ہی کام کر رہے ہوتے ہیں جیسے اِس وقت میں آپ کو پڑھا رہی ہوں، اور آپ پڑھ رہے ہیں۔ ہمارے لیے اِس وقت یہ نیکی ہے۔ اِس کام کے کرنے کے لیے دو مُختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک انداز یہ ہوتا ہے کہ بس ہم کر رہے ہیں، چونکہ کسی نے بُلایا، ہم آ گئے۔ اب ایسا بندہ جس کا اپنا دل تو اُس طرح نہیں جما ہوا، لیکن اُس کو اِس میں

بہت ہی مزا آتا ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے اچھی بات ہی ملتی ہے۔ ایک دوسرا بندہ ہے جو کہتا ہے کہ نہیں اصل یہی رستہ ہے۔ اَب دونوں کا فرق کیا ہے؟ پہلی صورت والا بندہ چند دن آئے گا۔ جب سہولت ہے آئے گا۔ اُس کی تعریف کرو تو اور بھی آئے گا۔ اور اُس پہ تنقید کرو تو اگلے دِن آنا چھوڑ دیگا۔ یاد رکھیئے کہ تعریف اور تنقید دو "ایسیٹس" ہیں۔ ایسیٹس میں ڈال کر چیزوں کو دیکھا جاتا ہے کہ یہ سونا کھرا ہے کہ کھوٹا ہے۔ جو بندہ دین کا کوئی کام کرے اور لوگ اُس کی تعریف کریں، تو وہ خُوب کام کرے، اور لوگ اُس پہ تنقید کریں یا اُس کی بات کی حوصلہ افزائی نہ کریں یا اُسکے کردار یا اُسکی بات پہ تھوڑا سا بوجھ پڑے تو پھر چھوڑ دے۔

تو آپ سمجھ لیجئے کہ وہ اللہ کے لئے نہیں کر رہا تھا۔ آج ہم سب اپنے ایمان اور اِسلام اور عمل صالح کو جا کے دُہرائیں کہ کیا حقیقت میں اللہ کہ لیے مُسلمان ہوئی ہوں۔ کیا حقیقت میں اللہ کہ لیے قُرآن پڑھتی ہوں یا پھر دیکھا دیکھی، یہ ایک فیشن اور ایک رواج ہے۔ دوسری قِسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں تم ہمیں اچھا کہو، بُرا کہو، تم ہمیں آگ میں ڈال دو، تم ہمارے اوپر گندگی پھینکو، لیکن ہم یہ کام کرتے ہی رہیں گے۔ مُحمّدٌ رسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سمیت دوسرے سارے لوگ ایسے تھے۔ قوموں کے اتنے بُرے رویوں کے بعد خود سے ایک سوال کریں۔ آپ بڑے تپاک سے کہیں درس دینے گئیں۔ شروع میں تو جوش بھی بہت ہوتا ہے۔ بڑے جوش سے گئے اور آگے سے لوگوں نے یہ سب کیا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ چُپ کرو، ہمیں نہیں سُننی آپکی بات۔ منہ پہ ہاتھ رکھ لیں، ہنسی روکیں، تو آپ کا کیا ردِّ عمل ہو گا۔ آپ کبھی دوبارہ یہ کام نہیں کریں گے۔ نبیوں نے کیا کِیا اس ریسپونس کو آیت نمبر 10 میں دیکھیے گا۔

قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَـغۡفِرَ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرَكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ؕ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۰﴾

اُن کے رسولوں نے کہا "کیا خدا کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟ وہ تمہیں بلا رہا ہے تاکہ تمہارے قصور معاف کرے اور تم کو ایک مدت مقرر تک مہلت دے" اُنہوں نے جواب دیا "تم کچھ نہیں ہو مگر ویسے ہی انسان جیسے ہم ہیں تم ہمیں اُن ہستیوں کی بندگی سے روکنا چاہتے ہو جن کی بندگی باپ دادا سے ہوتی چلی آرہی ہے اچھا تو لاؤ کوئی صریح سند، "

قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ کہا اُن کے رسولوں نے۔ رسول تو اُن کے ہی تھے۔ اللہ نے اُن کی اطاعت کے لئے بھیجا۔ دین کی طرف بُلانے کا والے کا اپنا کیا فائدہ ہے۔ سوچنے کی بات ہے دین کی طرف بلانے والے کو کیا ملنا ہے۔ تو رسولوں نے روح کو جھنجھوڑنے والا سوال کیا اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ ''، کیا تم اللہ پر شک کرتے ہو۔ اُنہوں نے اُس تنقید کا رُخ اپنی ذات سے اُٹھا کر اللہ کی طرف ڈال دیا۔

کبھی بھی دین کے معاملے میں کسی بات کو پرسنل نہ لیں۔ اُس نے مجھے یہ کہا، اور میرے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا بلکہ! آپ ہمیشہ اُس کو کہیں کہ اُس نے اللہ کے دین ساتھ یہ معاملہ کیا۔ میری اُستاذہ اپنا ایک واقعہ بتاتی ہیں کہ میں ایک جگہ درس دینے گئی۔ دَرس ختم ہوا، دعا ہوئی تو ایک خاتون بڑی رعونت سے میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں "آپ منافقت کر رہی ہیں"۔ اُستاذہ کہتی ہیں کہ میں اُن کا یہ جملہ برداشت کر گئی اور صرف ایک جملہ بولا کہ "آپ نے جو کہا ہے اللہ نے سُن لیا ہے"۔ اب اُس خاتون کا ایک رنگ آئے اور ایک جائے۔

مجھے اس وقت آپ ؐ کو بد دعا دینے والے اور کیچڑ اچھالنے والو کا ایکشن یاد آرہا ہے کہ جب اُنہوں نے اللہ کے نبی ؐ کی زُبان سے سُنا کہ تجھے موت نہیں آئے گی جب تک اللہ اپنے کتوں میں سے کتا مُسلط نہیں کریگا۔ اس شخص نے نے نبی ؐ کے منہ پہ تھوکا تھا۔ کئی واقعات ایسے ہیں۔ اللہ کے نبی جو کہہ دیتے تھے وہ ہوتا تھا۔ اور جب وہ شخص جنگل میں پہنچا سب کے بیچ میں تھا، لوگ اُس کو گھیر اڈال کے سوئے ہوئے تھے لیکن اُس کو غم تھا کہ محمّد ﷺ نے مجھے بد دعا دی ہے کہ اللہ تجھ پر کوئی درندہ مسلط کرے گا۔ جب رات کو اندھیرے کے اندر سے شیر آیا اور اس کو چیرنے لگا۔ تو اس نے کہا کہ اے مُحمّد تو نے مدینہ میں ہونے کے باوجود مجھے اس جنگل میں آ کے مروا دیا۔ اتنا یقین تھا دُشمنوں کو بھی کہ اس زبان سے سچ کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

یاد رکھیں ایسے وقت میں ایک صبر کا گھونٹ۔ ہم برداشت نہیں کرتے۔ لہذا نبیوں کی بات سُنیں أَفِي اللَّهِ شَكٌّ کیا تم اللہ کی ذات کے بارے میں شک کرتے ہو۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ آدھا جُملہ بول کے چھوڑ دیں۔ یہ نہ دیکھیں فائدہ ہوا ہے کہ نقصان۔ یہ soul searching style لوگوں کے ضمیر کو جگاتا ہے۔ نبیوں نے آدھی بات کر کے چھوڑ دیا۔

یہاں فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کی بات کیوں ہے؟ کہ سوچو، جس رب نے تمہیں اتنا کچھ دیا، آسمان و زمین پیدا کئے کیا تم اس کے قاصد یا اس کے رسول کے ساتھ یہ سلوک کروگے۔ یہاں یہ بات پتا چلی کہ جب کوئی دین کے نام پہ آپ کے منہ لگے تو اُسے سیدھا اللہ پہ ڈال دیں۔ لہذا پہلے اللہ کی طرف بات کی پھر کہا يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وہ اللہ تمہیں بلا رہا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو بخش دے۔ تم سے اللہ لیتا کیا ہے؟ نبیوں کی بات کا درد محسوس کیجئے کہ اللہ تمہیں کیوں بلا رہا ہے کہ تم پچھلی

زندگی میں کئے ہوئے گناہوں کو معاف کروالو۔ وہاں آگ میں جلوگے، آج ادھر ندامت کی آگ میں جل کہ اپنے گناہوں کو معاف کروالو۔

ہم خود گناہوں کو کیسے معاف کرواسکتے ہیں، اسکو ایک مثال سے سمجھیں کہ آپکو ایک دانہ نکلا، بڑھتے بڑھتے اُس میں پس پڑ گئی۔ اب دو طریقے ہیں، ایک آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں اور وہ کٹ لگا کے اُس میں سے پس نکال دے اور دوسرا طریقہ کہ جیسے ہی وہ دانہ بننے لگا آپ خود آہستہ آہستہ آس پاس سے دبا کے پس نکالتے جائیں۔ کون سا طریقہ آسان ہو گا، یقیناً خود پس نکالنے والا۔ اب اس کو گناہ پہ لیجیئے۔ ہر گناہ ایک پھوڑا ہے، اندر غُبار آتا رہتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں اپنی پچھلی زندگی کے گناہوں کو شرمندگی سے، ندامت سے نفس کے خلاف چل کے اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزار کے گناہوں سے معافی مانگتے جاتے ہیں، تو یہ بہتر ہے۔ یا اس کے برعکس موج، مستی کرتے جائیں۔

اَلَابِذِکرِاللہِ تَطمَئِنَّ القُلُوب، اسکو ذہن میں لے آئیں۔ آپ کھالیں، پی لیں، کپڑے پہن لیں۔ خوشی نہیں ملے گی اگر آپ کا دل خوش نہیں ہے۔ خوشی ملتی ہے اللہ کی یاد سے۔ ہمارے دل کو اللہ کی مُحبت اور نبی کا طریقہ چاہیے۔ اور جب ہم اپنے گناہوں کو خود نہیں چھوڑتے، تو پہلے درجے پہ اللہ تعالیٰ خود ہمارے بہت سارے گناہوں کو خود ہی معاف کر رہا ہے، یہ اُس کی سُنت ہے۔ جیسے سر سے بال اُترتے ہیں۔ اسی طرح جو ہم دن رات اتنے گناہ کرتے رہتے ہیں اللہ کے حکم سے یہ اس کی رحمت ہے کہ درختوں کے پتوں کی طرح ہمارے گناہ جھڑتے رہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر اللہ لوگوں کے گناہوں کو معاف نہ کرے تو زمین پہ ایک چلنے پھرنے والی مخلوق نہ بچے۔

یہ پہلا درجہ ہوتا ہے۔ یہ سارے گناہوں کی معافی کے راستے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ہم جو نیکیاں کرتے ہیں، کوئی بھی نیکی، وہ ہمارے بہت سارے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کچھ گناہوں کو اُس کے اندر سے ڈیلیٹ کرتا جاتا ہے۔ یہ سیکینڈ سٹیپ ہے، ہمیں جو بھی تکلیفیں آتی ہیں اللہ اس میں ہمارے رویے دیکھ رہا ہوتا ہے کہ تم اس پہ کیا کرتے ہو۔

اس کے بعد تیسرے درجے پہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی مشکل میں ڈالتا ہے، اتنی بڑی مشکل دو چار سال کے لئے بستر پہ ڈال دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ زندگی میں مشکلیں آتی رہتی ہیں حتیٰ کے انسان بستر مرگ پر پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا! موت کے بستر پہ مومن کو آزمایا جاتا ہے۔ ایسے آزمایا جاتا ہے کہ جس کے بعد اس کے اوپر کوئی تکلیف نہیں رہے گی۔ اور وہ نزع کی سی سختی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ آپ دیکھتے ہیں لوگوں کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں نظر آتا۔ پانچ سال سے بیمار ہیں، بستر پہ لیٹے ہیں اور دوسرے ان کی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض دفعہ لمبی عمر ڈال کے عَرضَ العُمر میں تکلیفوں میں ڈال دیتا ہے۔ اور بعض دفعہ ہم بے چین ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پہ رحم کر دے، دوسرے لفظوں میں یہی ہوتا ہے کہ جلدی ختم ہو جائے۔ نہیں بلکہ اللہ نے وہ گناہ جو معاف کرنے ہیں وہ آپ کے سامنے بستر پہ ڈال کے دے رہا ہے۔ لیکن اگر یہاں بھی گناہ معاف نہ ہوئے پھر موت کی سختیاں وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ،وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ، پھر اُس میں جاتا ہے اور اُس کے بعد موت بھی آگئی۔

پھر اگر قبر میں بھی نہ چھوٹ ہوئی تو میدانِ حشر میں مشکلات میں ڈال کر۔ اگر یہاں بھی نہیں، تو آخری جو حساب ہونا ہے وہ پُلِ صراط پہ ہونا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ پُل صراط پہ کنڈیاں لگی ہوئی ہیں جب لوگ گزریں گے تو پھسلنا شروع ہو جائیں گے۔ جن کے اندر ابھی بھی کچھ گناہوں کا میل تھا

پھر اللہ ان کو وہاں سے کاٹے گا، گندا خون نکلے گا۔ ہر ایک کا خون وہاں صاف ہو گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے معراج کی رات دیکھا کچھ عورتوں کو ان کے پستان یعنی بریسٹ کے ساتھ ان کو لٹکایا ہوا تھا۔ جو اپنی عزت و عصمت کی حفاظت نہیں کرتی تھیں ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ہم چلتے پھرتے کیسے لگتے ہیں۔ اور پھر کچھ کو وہاں سے جہنم میں کاٹ کے گرائے گا۔ پھر آگ میں پکے گا، پھر وہ گندگی دور ہو گی۔ جب تک اللہ چاہے گا اُن کے گناہوں کو معاف کر کے، بِلآخر پھر ان کو وہاں سے نکال کہ نہر میں ڈالے گا، وہاں سے پھر جنّت میں لے جائے گا۔

اب میں اور آپ خود ٹریک منتخب کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کسی کو شوگر کی بیماری ہو جاتی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ پرہیز کر لو تو تمہیں انسولین نہیں کھانی پڑے گی۔ پرہیز نہیں کرتا تو وہ انسولین کھائے، پھر آہستہ آہستہ انجکشن پہ آجاتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے انجکشن بھی کام نہیں کرتا پھر ذرا سا کوئی انگلی پہ چھالہ بنا۔ پھر پوری انگلی میں انفیکشن ہو گیا، اُنگلی کٹی، پھر پاؤں اور پھر ٹانگ۔

ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ کتنے گناہ کرنے ہیں۔ آخر کب تک، میں گناہ کب چھوڑوں گی۔ موت کا نشہ خود چھُڑا لے گا۔ جب جوانی ختم ہوتی ہے تو اُمنگیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر کہتے ہیں اب ہم گانے نہیں سنتے، تو کیا ہوا، اب تو سمجھ ہی نہیں آتی۔ اصل بات کیا ہے کہ انسان اس وقت اس کام کو کرے جس وقت کرنے کا فائدہ ہو۔ آپ یہاں سے اب نبیوں کی تبلیغ کا انداز دیکھیں کہ لوگوں کے ضمیر کو جگایا ہے، ان کی انا کو نہیں بھڑکایا۔ تم گناہ گار، تم جہنمی۔ کسی کی عقل کو چیلنج کرنے کے بجائے اس کے شعور کو چیلنج کر دینا چاہیے۔ اس کو جگا لیں پھر فائدہ ہو گا۔ یہ بات کہنے کے بعد آگے کیا کہتا ہے میں تمہارے گناہوں کو معاف کروانے کے لیے تمہارے ساتھ یہ معاملے کر رہا ہوں اور ساتھ ہی کہہ

دیا وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک مہلت دے گا۔ یعنی جب بھی لوگوں کو دین کی دعوت دیں تو ان کی شُہرت کریں۔ ہم عموماً اگلے کی اَنا کو بیدار کر دیتے ہیں۔ اور اَنا سُویا ہوا شیر ہے۔ سُویا رہا تو ٹھیک ہے، اگر اُٹھ گیا تو کھا جائے گا۔ لیکن نبیوں نے بڑے پیارے طریقے سے دعوت دی اب ذرا قوم کا بھونڈا جواب سُنیں؟ نبی کے مقابلے میں قوم یا پھر آج کے دین دار کے مقابلے میں عام دُنیادار۔ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ کہنے لگے کہ آپ تو کچھ بھی نہیں ہیں مگر ہماری ہی طرح کے ایک انسان ہیں۔

لوگ دین داروں کے ساتھ کوئی نہ کوئی خاصیت دیکھنا چاہتے ہیں، یہ پانی پہ چلیں، ہواؤں میں اُڑیں۔ کہتے تھے تم تو ہمارے جیسے ہو۔ ہم نے تو سنا تھا تم بڑے نیک ہو۔ جب تمہارے قریب آ کے دیکھا تم کھاتے بھی ہو، پیتے بھی، سوتے بھی ہو۔ تمہیں کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ کیا ہوا، کوئی فرشتہ ہوتا، کوئی ولی ہوتا، جس کے منہ سے دھواں نکلتا۔ یاد رکھیں دین والے نبی ہی کیوں نہ ہوں، انسان ہی ہوتے ہیں۔ جب ہم ان کی شخصیت کو اس طرح پیش کر دیتے ہیں کے وہ ایک مافوق الفطرت بن جائیں تو ٹھیک نہیں۔ آج کے دور میں لوگ ولیوں کو ڈھونڈتے ہیں؟ آج کے دَور کا ولی اور اس کی کرامت کیا ہے۔ جو بندہ سنت پہ عمل کر رہا ہے۔ اگر کسی کی ولایت دیکھنی ہے تو یہ دیکھیں کہ اُس شخص کی زندگی میں سُنت پہ کتنا عمل ہے۔

ہم اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں سُنت پہ عمل کرنے والا بنا دے۔ آمین

پہلا اعتراض کیا تھا کہ تم ہم جیسے انسان ہو۔ اب دوسرا اعتراض بلکہ الزام تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ، آپ چاہتے ہیں کہ روک دیں ان کی پرستش یعنی پوجا پاٹ سے جن کو پوجتے تھے

ہمارے باپ دادا چلو ٹھیک ہے۔ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ تو لائیے آپ ہمارے سامنے کوئی کھلا معجزہ۔

الزام کیا لگا، آپ ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ یہ الزام بھی ہر نبی پہ لگا۔ آپ دیکھیں کہ کوئی بھی سوسائٹی ہوتی ہے اس کے اندر دو دین ایک ساتھ چل رہے ہوتے ہیں یعنی دو سٹر نگز ہیں۔ دین کے نام پہ ایک ہے نبیوں کا لایا ہوا دین۔ وحی کا دین، جو ہمیں سچائی کی صورت میں دِکھ رہا ہوتا ہے۔ ایک دوسرا دین ہوتا ہے، وہ ہے باپ، دادا کی رسم ورواج کا دین۔ زندگی گزارنے کا طریقہ شادی کیسے کرو، بچہ پیدا ہو جائے تو کیا کرو، کوئی مر جائے تو اسے کیا کرو۔ نبیوں کا بتایا ہوا طریقہ بہت سادہ اور ٹو دی پوائنٹ ہوتا ہے۔ کوئی مر جائے تعزیت کرو، اس کا کفن دفن کرو، جنازہ پڑھو، اس کو دفن کر آؤ۔ پھر تین دن تک اس کے گھر والوں کو کھانا کھلاؤ، پلاؤ۔ پھر صبر کی بات کرو اور تیسرے دن ختم۔ تم بھی اپنے کاموں میں لگو اس کو بھی لگنے دو۔

یہ آپ کو نبیوں کے طریقے کی مثال دے رہی ہوں۔ اس کے برعکس معاشرے اور رسم ورواج کا دین کیا ہوتا ہے۔ کوئی مر جائے تو غم پڑ جائے۔ اب ادھر کھانا دینا پڑے گا اور خاص طور پر جب بیٹی کے سسرال میں کوئی مر گیا۔ پھر سارے لوگوں کو دُور دُور سے ٹکٹ خرچ کر کے آنا پڑے گا۔ کیونکہ ہم نہ آئے تو کل کو یہ نہیں آئیں گے۔ پھر کھانے کھلتے ہیں، پھر پُرسے کا کھانا، تیجے کا کھانا، دسویں کا کھانا، چالیسویں کا کھانا، اور وہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ جب تک ایک دو چار سال برسیاں نہ منا لیں۔ اب یہ دو دین ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ لوگوں کو کون سا اچھا لگے گا؟ اب میرے اور آپکے معاشرے میں "ھُودًا" کا دین تو دَب گیا۔ اور "ھَوَا" کا دین اوپر ہے۔ اور اس دین کو اتنا پروٹوکول اس لیئے ملتا ہے، ھَوَا، خواہش کے دین کو کیونکہ اس میں بڑے مزے ہیں۔ کھانا ہر وقت، ہر روز کھائیں تو کم لگے اور دین کا

کھانا تھوڑا بھی کہتے ہیں کب ختم ہو گا، کم کھانا چاہیئے۔ ہمارا حال کیا ہے ہر دن عید اور ہر رات شب رات۔ ہم بگڑ گئے ہیں۔ نام نہیں لینے کو دل چاہتا لیکن کہنا پڑتا ہے کہ ہم کھا کھا کے پھِٹ گے ہیں۔ ہماری آنکھوں سے دنیا نہیں جاتی ہے۔ نبیوں کی دعوت تھوڑی سی سنجیدہ لیکن وہ اَلَا بِذِکرِ اللہِ تَطمِئِنَّ القُلوُب۔ آپ سارا دن موج، مستی میں گزار کے دیکھیں، پھر دیکھیں بستر پر آپ کا کیا حال ہو تا ہے۔ ہو سکتا ہے نیند کی گولی کھا کے سونا پڑے۔ اس کے بر عکس دین پہ چلنے والے کی زندگی لوگوں کی نظر میں پھیکی ہو گی لیکن اندر سکون۔ تو اللہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ آپ ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے ہٹاتے ہیں۔ جب بندہ اسلام کی طرف آتا ہے لاَاِلٰہ کہنا بہت آسان ہے اقبال نے کہا تھا۔

زباں سے کہہ بھی دیا لَااِلٰہ تو کیا حاصل ۔ دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اس نگاہ کو بھی گندی چیزوں سے بچانے کے لیے کلمہ پڑھانا پڑے گا۔ زبان کو گندے بولوں سے بچانا پڑے گا پھر دین آئے گا۔